بڑی بات جو مسلسل نظر انداز کیجا رہی ہے وہ ہے شخص کا معیار ۔ جمہوریت میں اس کا کوئی تصور ہی نہیں ہے ۔

وسائل کے بل بوتے پر جس کا جی چاہے مقتدر بن بیٹھے اور جو زبان دراز ہو وہ ناقد بن جائے سلام ہی وہ واحد نظام ریاست ہے جس میں حاکم کے لئے شخصی صفات کی پابندی ہے اور ناقد کے لئے بھی شخصی صفات کی پابندی ہے اور تنقید کی حدود بھی متعین ہیں ۔ اسی طرح جمہوریت میں مساوات انسانی کا جو تصور ہے وہ بھی حدود و قیود سے مبّرا ہے ۔ شخصی ضروریات ، طبقاتی ضروریات اور تقاضوں میں مساوات کی بات تو سمجھ میں آتی ہے اور اسلام اس بنیادی نظریہ کا خالق ہے ۔ جمہوریت میں مساواتِ انسانی کا کوئی کنارہ نہیں بلکہ دو پاؤں پر پاؤں پر چلنے والا ہر جانور انسان سمجھا جاتا ہے اور امت کے تمام معاملات اور ملکی و قومی مسائل میں اس کا وہی حق مقرر کیا جاتا ہے جو ایک مومنِ قانت کا حق ہے ۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ پی پی پی کی حکومت نے مرزائیوں کو بھی مساواتِ انسانی کی ذیل میں شمار کیا ہے اور انہیں طبقاتی حقوق و مراعات سے ماورا ، ملکی و قومی معاملات و مسائل میں بھی حقوق دیدیئے ہیں جو سراسر کافرانہ تصور ، مشرکانہ عمل اور ملحدانہ رویّہ ہے جو بہر نوع قابلِ نفرت ہے ۔ پاکستان میں جمہوریت کا ڈھرپت گانے والوں کو اللہ ہی سمجھے ان کی شطر بجی چالیں ایسی خوفناک ہیں کہ :

"شیطان پیش بالیش سجدہ ریزے" کہاں تو ان دین والوں کا حال ہے جو اپنی مادی اسلام میں دینی شعائر کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھتے ہیں لیکن جوں ہی وہ منبر و محراب سے باہر آتے ہیں چولا بدل لیتے ہیں اور اس میں ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے یہاں تک کہ سلطانی و درویشی اپنے عیارانہ حربوں میں ہم پلّہ ہو جاتی ہے ضیاء الحق کے عہدِ قریب میں جمہوریت اور جماعتی جمہوریت کا ڈھرگیت گایا گیا تو اللہ والے بھی ان گویوں کے غول میں اچھلتے کودتے دکھائی دیئے ہیں

گو مشتِ خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں   اس مُشتِ خاک کو جمہوریت کا جھونکا بھی نہ رُلا - !

ریڈیو اور ٹی وی :

جمہوریت پی پی پی کی انارکسٹ گود میں آگری تو اس کا سب سے پہلا وار ٹی وی پر ہوا اور میوزک ۸۹ رجلوہ نما ہوا نوجوان نسل کی جنسی لذتیت کو قومی اور قانونی شکل دینے کے لئے جدید کلچر کا پہلا شو کیا گیا اور اب جولائی سے ستمبر تک کی سہ ماہی کے پروگرام میں جس کلچر کو پیش جا رہا ہے اُسے دیکھنے کے بعد اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ پروگرام سیکنڈلے نیوین ٹی وی کا ہے پاکستان ٹیلیوژن کا ہرگز نہیں ۔ حیرانی کی بات ہے کہ آزادیٔ اظہار کے یہی نعرے باز ماضیٔ قریب

ہیں لوک ورثہ، قومی ثقافت اور ملی روایات کے علم بردار تھے آج جب اقتدار ان کی جیب کی گھڑی اور ہاتھ کی چھڑی ہے تو اسلم اظہر صاحب لوک ورثہ قومی ثقافت اور ملی روایات کو پس پشت پھینک کر برطانوی ورثہ امریکی ثقافت اور سیکنڈے نیوین روایات پر مبنی پروگرام کا ابلیسی علم لیکر دھاڑتے چنگھاڑتے ہوئے قوم پر گناہ مسلط کرنے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ جسمانی زاویوں کی نمائش، لڑکیوں اور لڑکوں کی جنسی انارکی کا اختلاط اور اس کا سرکاری تحفظ، شور اور غل غپاڑے پر مبنی گانے، جنسی آوارگی اور جنسی ہیجان پیدا کرنے والے ڈرامے اُن سے واضح ہوتا ہے کہ پی پی پی کی حکومت اسلام کا نام لینا بھی مشکل کردے گی اور نئی نسل کی دین سے مخفی وحشت کو آزادیٔ اظہار کے میڈیا سے اس قدر بگٹٹ کردے گی کہ حیا، غیرت، آبرو، شرم اور خوف کی اساس ہی منہدم ہوکر رہ جائے گی۔

عُلماءِ پاکستان: ان حالات میں تمام طبقات کے وہ علماء جو بحالیٔ جمہوریت کا ناقوس بجاتے تھے اور ضیاء کو مجرم گردانتے تھے ہم ان سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ علماء کرام لیجئے آپ نے جمہوریت مانگی تھی سو وہ آگئی اور اب جمہوریت نے جو بال و پر نکالے ہیں ؎

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

اب آپ پھر خاموش ہیں حالانکہ آپ اسمبلیوں میں بھی ہیں اور سینٹ میں بھی وزارتیں بھی آپ کے پاس ہیں مگر آپ خاموش ہیں آخر کیوں؟ اگر آپ یونہی مہر بہ لب رہے اور موجۂ ہوا کے ساتھ چلتے رہے اور محض قبروں پر دیپ جلاتے رہے اور آپ نے مُضطر بگولے کا کردار سرانجام نہ دیا تو یاد رکھئے کہ آپ بھی یہود و نصاریٰ کے احبار و رُھبان کی طرح کے لوگ کہلائیں گے تاریخ فیصلہ دے گی کہ پاکستان کے سیاسی علماء نے دین کے مقابلے میں جمہوریت کو ترجیح دی اور جمہوری اعمال و اخلاق کی طاغوتیت کے سامنے سینہ سپر ہونے کے بجائے سجدے میں گر گئے اور مزاحمت کا مقدس راستہ چھوڑ کر مفاہمت کے مکروہ جمہوری راستہ پر چل نکلے ؎

پہلے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

افغانستان: جہادِ امبیلہ ۱۸۶۳ء تحریک ریشمی رومال ۱۹۱۲ء، تحریک ہجرت ۱۹۱۹ء، تحریکِ خلافت ۱۹۲۱ء، مجلسِ احرارِ اسلام ۱۹۲۹ء، اور جہادِ افغانستان ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۹ء ایک ہی سلسلۂ مزاحمت اور مقاصد کی وحدت کے وہ خونین ابواب دکھا رہا ہیں جن مقاصد کے حصول کے لئے مجاہدینِ اُمت نے اپنا مال و متاع، جان و جہان اور اپنی آبرو تک قربان کردی

اس قربانی وایثار کی خوشبو، مہک اور روشن لکیر صدیوں پر حاوی ہے ماضی میں بہتے لہو کی مہکار اور تابندہ خطِ مستقیم کو اسلاف کے نسبی اور روحانی وارثوں نے افغانستان میں کچھ اس انداز سے ازسرِ نو تازہ کیا کہ اقوامِ عالم ان کے جذبۂ حریت سلسلہ مزاحمت، اور جہاد اسلامی کے ساتھ تعاون کئے بغیر نہ رہ سکیں۔
جس طرح امتوں کا زوال اور امتوں کا عروج یقیناً مزاحمت وجہاد میں ہی مخفی ہے۔ بعینہٖ دینی انقلاب اور دینی ریاست کا قیام بھی جہاد کا محتاج ہے سولہویں صدی سے لے کر آج تک کی مشاہداتی تاریخ گواہ ہے کہ جمہوری رویوں سے کبھی دینی ریاست قائم نہیں ہوئی کیونکہ جمہوری رویوں سے قوم کا دینی مزاج ہی نہیں بنتا اور جب تک کسی قوم کا دینی مزاج نہ بنے وہ قوم دینی ریاست ہرگز نہیں بناتی۔ افغانستان ۱۹۸۰ء سے پہلے ہرگز دینی ریاست نہ تھی بلکہ پاکستان کی طرح مسلمانوں کی سیکولر سٹیٹ تھی کیمونسٹ روس کی جارحیت کے بعد دین والوں نے نے انفرادی جہاد کا آغاز کیا جو رفتہ رفتہ اجتماعی جہاد کی خوبصورتی میں تشکیل پا گیا۔ جمہوریت پسند افغانی بھاگ کھڑا ہوا۔ پشاور سے کراچی تک کے ہر بڑے شہر میں اس نے جائیدادیں خریدیں اور کاروباری ادارے کھول لئے اور وہ جمہوریت کی بانسری بجانے لگا غریب ومفلس دینی قوتوں نے جہاد شروع کیا مقاومت! مبارزت کی للکار سے فضا اب تک مرتعش ہے سچی بات تو یہ ہے کہ افغان مجاہدین کی اس اسلامی جنگ میں جس ہنرمندی سے ضیاء الحق شہید نے اپنا مثبت فوجی رول ادا کیا ہے وہ انمٹ ہے، امر ہے اور مقدس ہے ضیاء الحق جو بجا طور پر شہیدِ جہادِ افغانستان کے ٹائیٹل کے مستحق ہیں۔

(سودا قمارِ عشق میں شیریں سے کوہکن ٭ بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو دے سکا)

کی شہادت کے بعد سے اب تک تقریباً دس ماہ ہونے کو ہیں حکومتِ پاکستان کا وہ مجاہدانہ رول نہیں رہا۔ اسکی کیا وجوہات ہیں پس پردہ کون لوگ محرک ہیں اور کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے پاکستان اپنا بنیاد پرست مجاہدانہ دینی رول ادا کرنے سے گریز کر رہا ہے اس سلسلہ میں ہماری اکل کھری رائے کچھ یوں ہے۔

جہادِ افغانستان کی انفرادی مہموں کو جب اجتماعیت نصیب ہوئی تو امریکی سامراج کے لئے سوشل سامراج روس سے انتقام کا اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا چنانچہ اس نے مجاہدین کی بھرپور مدد کی اور پاکستان کو دراج مین بنایا۔ ظاہر ہے کہ امریکی مقاصد میں افغانستان کی دینی ریاست ہرگز نہ تھی بلکہ پاکستان کی طرح نیم مذہبی ریاست جو وسیع تر سیاسی مفادات کی حامل ہوتی جس کا براہِ راست امریکہ بہادر کو نفع

ملا لیکن مجاہدین کی بڑھتی ہوئی قوت نے ضیاء الحق کو اپنے عزائم کے سامنے جھکا لیا اور ضیاء الحق نے جہادِ افغانستان کو اپنا روگ بنا لیا اور وہ امریکی مفادات سے کہیں زیادہ مجاہدین کے مفادات کا تحفظ کرنے لگے درمیان میں جونیجو حکومت کی مختصر زندگی جنیوا مذاکرات میں امریکی مفادات کے تحکم کے سامنے گھٹنے ٹیک گئی جو ضیاء صاحب کی رضامندی کے بغیر ممکن نہ تھا —— اسی دور میں پراپگینڈے کی طاقت سے یہ بات عام کی گئی کہ افغانستان میں بنیاد پرست حکومت (دینی حکومت) کا قیام ناممکن ہے وسیع البنیاد حکومت قائم ہونی چاہیئے ، ظاہر ہے افغان مجاہدین وسیع البنیاد حکومت کے لئے تو جان و مال اور آبرو کی بازی نہیں لگا رہے ہیں ۔ انہوں نے اس نظریہ کو سٹنگر میزائل سے ریزہ ریزہ کر دیا ادھر یہ سازشں ناکام ہوئی ادھر ضیاء الحق اور وہ ساری ٹیم جو جہادِ افغانستان میں اہم رول ادا کر رہی تھی ایک کامیاب سازشں کا شکار ہو گئی مطلع صاف ہوا تو پی پی پی کی حکومت قائم ہوئی بیگم زرداری صاحبہ مرزا اسلم بیگ صاحب کی اشیر واد پر امریکہ یاترا کو تشریف لے گئیں وزیر اعظم پاکستان کو امریکہ سے کیا ملا اور کیا نہیں ملا ۔ پراپگینڈہ تو بتلاتا ہے کہ آدھی دنیا مل گئی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آدھی دنیا ملنے کی قیمت کیا ادا کی ہے حکومت کے موجودہ بیانات اور صحافیوں سے گفت گو ۔ کی روشنی میں اتنی بات سمجھ میں آئی کہ ضیاء کا پاکستان واچ مین کی ڈیوٹی سے تجاوز کر گیا تھا مگر بے نظیر کا پاکستان صرف اور صرف واچ مین ہے ۔

اسی وجہ سے موجودہ حکومت کی پوری مشینری اس محاذ پہ کام کر رہی کہ :

۱۔ افغانستان سے چونکہ روسی فوجیں نکل گئی ھیں لہٰذا افغانستان کا سیاسی حل ہونا چاہیئے

۲۔ افغان مہاجرین کیلئے افغانستان میں الگ خطۂ زمین مہیا کیا جائے ۔

۳۔ نجیب حکومت برطرف ہو جائے مجاہدین ہتیار ڈال دیں اور ایک تیسرا طبقہ افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ کرے

۴۔ شاہ ظاہر شاہ کی قیادت وسیادت میں افغانستان مسئلہ حل کیا جائے ۔

اس قسم کی بولیاں سرکاری حلقوں کی طرف سے برملا پریس میں آرہی ہیں مجاہدین نے ان بولیوں کے جواب میں پوری قوت سے پھر ایک ہی نعرۂ انا الحق بلند کیا کہ :

"ہم کسی تجویز اور کسی منصوبہ کو قبول نہیں کرتے
جب تک کابل حکومت ہمارے حوالے نہیں کی جاتی "۔